قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ
الفضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

منگل 16 مارچ 2021ء | 02 شعبان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:64

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عیادتِ مریض

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مریض کی عیادت کرتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کسی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی یہ صدا لگاتا ہے کہ تو خوش رہے، تیرا چلنا مبارک ہو، جنت میں تیرا ٹھکانا ہو۔

(سنن ابن ماجہ -کتاب الجنائز – باب ماجاء فی ثواب من عاد مریضًا)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہمار وایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی عیادت کی اور اس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں کس چیز کی خواہش ہے۔ اس نے عرض کی کہ میں گندم کے آٹے کی روٹی کھانا چاہتا ہوں۔ اس کی بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے پاس گندم کے آٹے کی روٹی ہو تو وہ اپنے اس بھائی کو لا کر دے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کا مریض کسی چیز کے کھانے کی خواہش کرے تو اسے چاہئے کہ وہ اسے کھلائے۔

(سنن ابن ماجہ -کتاب الجنائز -باب ما جاء فی عیادۃ المریض)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی کسی بیوی کی عیادت کے لئے آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس پر پھیرتے اور یہ دعا کرتے ’’اَذْھِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ۔ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔‘‘ کہ اے میرے اللہ! جو لوگوں کا رب ہے اس بیماری کو دور کر دے۔ اور تُو شفا دے کہ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا کوئی اور شفا نہیں۔ تُو اسے ایسی شفا دے جو بیماری کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے۔

(مسلم -کتاب السلام۔ باب استحباب رقیۃ المریض)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

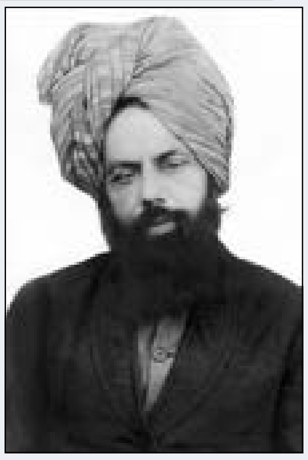

ہمدردیٔ خَلق خاصّہ رُسُل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’جذب اور عقدِ ہمت ایک انسان کو اُس وقت دیا جاتا ہے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی چادر کے نیچے آجاتا ہے اور ظِلُّ اللّٰہ بنتا ہے۔ پھر وہ مخلوق کی ہمدردی اور بہتری کے لئے اپنے اندر ایک اضطراب پاتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس مرتبہ میں کُل انبیاء علیہم السلام سے بڑھے ہوئے تھے اس لئے آپؐ مخلوق کی تکلیف دیکھ نہیں سکتے تھے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ (التوبہ:128) یعنی یہ رسول تمہاری تکالیف کو دیکھ نہیں سکتا، وہ اس پر سخت گراں ہے اور اُسے ہر وقت اِس بات کی تڑپ لگی رہتی ہے کہ تم کو بڑے بڑے منافع پہنچیں‘‘۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 341 ایڈیشن 1988)

ارشاد باری تعالیٰ

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ

(سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

ترجمہ: یقینا تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا اسے بہت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے، مومنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاں غیروں اور اپنوں کی روحانی اصلاح کے لئے اور ان کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کے لئے بے چین رہتے تھے وہاں مخلوق کی تکلیف کی وجہ سے اس سے ہمدردی کا بھی بے پناہ جذبہ تھا جو آپؐ کے دل میں بھرا ہوا تھا۔ دوسرے کی تکلیف کا احساس آپؐ کو اپنی تکلیف سے زیادہ تھا بلکہ اپنی تکلیف کا احساس تو تھا ہی نہیں۔ ہر وقت اس فکر میں ہوتے تھے کہ کہاں مجھے موقع ملے اور مَیں اللہ کی مخلوق سے ہمدردی کروں، اس کے کام آؤں، ان کے لئے دعائیں کروں، ان کی تکلیفوں کو دور کروں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ یہ رسول تمہاری بھلائی کا حریص رہتا ہے۔ یہ حریص کوئی محدود معنی والا لفظ نہیں ہے جیسے ہم کہہ دیں کہ لالچ میں رہتا ہے۔ گو یہ لالچ میں رہنا بھی کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ دنیا لالچ کرتی ہے تو اپنے لئے کرتی ہے کہ ہمیں فائدہ پہنچ جائے، ہماری تکلیفیں دور ہو جائیں لیکن ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ لالچ کر رہے ہیں تو دوسروں کے لئے کہ ان کو فائدہ ہو، ان کی تکلیفیں دور ہوں۔ بہرحال اس لفظ کے اور بھی بڑے وسیع معنی ہیں۔ یعنی بڑی شدت سے یہ خواہش کرنا کہ کسی بھی طرح دوسرے کو فائدہ پہنچا سکوں اور اس میں ذاتی دلچسپی لینا اور پھر اس معاملے میں نہایت احتیاط سے دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے اس کے لئے درد اور ہمدردی رکھنا، اس کے لئے خود تکلیف برداشت کرنا۔ تو یہ رویّہ ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسروں کی تکلیف کو دیکھ کر۔ اور پھر اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے آپؐ تمام ذرائع اور وسائل استعمال کرتے تھے۔ اور ان تکلیفوں کو دور کرنے اور دوسروں کو آرام پہنچانے کے لئے آپؐ کے دل میں بے انتہا مہربانی کے جذبات ہوتے تھے اور اس سے آپ کبھی نہیں تھکتے تھے۔ اور دوسروں کے لئے ہمدردی اور رحم کے جذبات کا آپؐ کا ایک ایسا وصف تھا کہ اس وصف کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ بے حد مہربان ہونے اور بار بار رحم کرنے کی خدائی صفت کا انسانوں میں کامل اور اعلیٰ نمونہ صرف اور صرف آپؐ کی ذات میں تھا جس کی اللہ تعالیٰ بھی گواہی دے رہا ہے۔

(خطبہ جمعہ 15/ اپریل 2005ء)

اس شمارہ میں

- گلشن میں پھول، باغوں میں پھل آپؐ کے لئے (منظوم)
- محمدؐ ہست برہان محمدؐ
- ’’بنیادی مسائل کے جوابات‘‘
- احمدیہ چوک قادیان

دربارِ خلافت

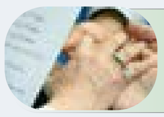

روایات از صحابہ حضرت مسیح موعودؑ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مقام اور اپنے مخلصین سے آپ کے تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ان میں بعض مسائل کا حل بھی موجود ہے۔(روایات از حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ ولد میاں نادر علی صاحب۔حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحبؓ۔)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

آج مَیں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کچھ روایات پیش کروں گا۔ پہلے بھی چند مرتبہ یہ روایات پیش کر چکا ہوں اور کوشش یہی ہے کہ یہ دوبارہ دہرائی نہ جائیں اور نئے صحابہ کی روایات سامنے آئیں۔ جو رجسٹر روایات صحابہ کا ہے اُس میں سے مَیں نے لی ہیں، تا کہ آپ کو پتہ چلے کہ اُس زمانے میں صحابہ نے، اُن لوگوں نے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کی، کس طرح آپ کو دیکھا؟ آپ پہ اُن کے تاثرات کیا تھے؟ مختلف رنگ میں ہر ایک کی روایات ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان روایات کا ایک سلسلہ اپنے خطبات اور خطابات میں شروع کیا تھا۔ میری کوشش تو یہی ہے کہ نہ وہ دوبارہ سامنے آئیں اور نہ جو مَیں بیان کر چکا ہوں وہ آئیں بلکہ نئے صحابہ کے نئے واقعات سامنے آتے رہیں۔ یہ روایات ہمیں جہاں صحابہ کے اخلاص و وفا کے نمونوں اور اُن کے احمدیت میں شامل ہونے کے واقعات کا پتہ دیتی ہیں وہاں ان سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے مقام اور اپنے مخلصین سے آپ کے تعلق کا بھی پتہ چلتا ہے۔ ان میں بعض مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا اُن لوگوں کی یہ روایات مَیں پیش کرتا ہوں جو آپ کی پاک جماعت کا حصہ بنے۔جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ جماعت نے اخلاص و وفا میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے۔

پہلی روایت حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحبؓ ولد میاں نادر علی صاحب کی ہے، جن کا بیعت کا سن اور زیارت کا سن 1900ء ہے۔ یہ لکھتے ہیں کہ مَیں نے 1899ء میں بذریعہ خط کے بیعت کی اور اس سے پہلے بھی تین چار سال میرے والد صاحب نے بیعت کے لئے بھیجا تھا مگر مَیں بسبب بعض وجوہ کے واپس گھر چلا گیا اور بیعت نہیں کی۔ اس کے بعد سید بہاول شاہ صاحب جو ہمارے دلی دوست اور استاد بھی ہیں، اُنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی اور اُنہوں نے مجھے حضور کی کتابیں سنانی شروع کیں۔جتنی اُس وقت تک حضور کی کتب تصنیف ہو چکی تھیں، قریباً قریباً ساری مجھ کو سنائیں۔ اُنہی دنوں میں مَیں نے رؤیا دیکھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، مَیں حضور سے دریافت کرتا ہوں کہ حضور! مرزا صاحب نے جو اس وقت دعویٰ مسیح اور مہدی ہونے کا کیا ہے کیا وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں سچے ہیں۔ (خواب

بقیہ صفحہ 4 پر

گلشن میں پھول، باغوں میں پھل آپؐ کے لئے

گلشن میں پھول، باغوں میں پھل آپؐ کے لئے
جھیلوں پہ کِھل رہے ہیں کنول آپؐ کے لئے
میری بھی آرزو ہے، اِجازت ملے تو مَیں
اَشکوں سے اِک پروؤں غزل آپؐ کے لئے
مژگاں بنیں، حکایتِ دل کے لئے قلم
ہو رَوشنائی، آنکھوں کا جل آپؐ کے لئے
اِن آنسوؤں کو چرنوں پہ گرنے کا اِذن ہو
آنکھوں میں جو رہے ہیں مچل آپؐ کے لئے
دِل آپؐ کا ہے آپؐ کی جان، آپؐ کا بدن
غم بھی لگا ہے جان گسل آپؐ کے لئے
میں آپؐ ہی کا ہوں، وہ مری زندگی نہیں
جس زندگی کے آج نہ کل آپؐ کے لئے
گو آ رہی ہے میرے ہی گیتوں کی بازگشت
نغمہ سرا ہیں دَشت و جبل آپؐ کے لئے
ہر لمحۂ فراق ہے عمرِ درازِ غم
گزرا نہ چین سے کوئی پل آپؐ کے لئے
آ جایئے کہ سکھیاں یہ مل مل کے گائیں گیت
موسم گئے ہیں کتنے بدل آپؐ کے لئے
ہم جیسوں کے بھی دید کے سامان ہو گئے
ظاہر ہوا تھا حسن ازل آپؐ کے لئے
صلّی اللہ علیہ وسلّم

(کلام طاہر)

آج کی دعا

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡزِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

(تذکرہ صفحہ:564)

ترجمہ: خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یقینا خدا مؤمنوں کو رسوا نہیں کیا کرتا۔

یہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو 5اگست 1906 کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کا الہام ہوا۔

آپؑ فرماتے ہیں:

’’5اگست 1906 کو ایک دفعہ نصف حصہ اسفل بدن کا میرا بے حِس ہو گیا، اور ایک قدم چلنے کی طاقت نہ رہی۔۔۔ مجھے خیال گزرا کہ یہ فالج کی علامات ہیں۔ ساتھ ہی سخت درد تھی۔ دل میں گھبراہٹ تھی، کروٹ بدلنا مشکل تھا۔ رات کو جب میں بہت تکلیف میں تھا تو مجھے شماتتِ اعدا کا خیال آیا مگر محض دین کے لئے نہ کسی اور امر کے لئے۔ تب میں نے جنابِ الٰہی میں دعا کی۔۔۔ تب مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ الہام ہوا:

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخۡزِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

یعنی خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اور خدا مؤمنوں کو رسوا نہیں کیا کرتا۔

پس اُسی خدائے کریم کی مجھے قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جو اس وقت بھی دیکھ رہا ہے کہ میں اس پر افترا کرتا ہوں یا سچ بولتا ہوں کہ اس الہام کی ساتھ ہی شاید آدھ گھنٹہ تک مجھے نیند آ گئی اور پھر یک دفعہ جب آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ مرض کا نام و نشان نہیں رہا۔ تمام لوگ سوئے ہوئے تھے اور میں اٹھا اور امتحان کے لئے چلنا شروع کیا تو ثابت ہوا کہ میں بالکل تندرست ہوں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 245، 246)

مرسلہ: مریم رحمٰن

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحب

محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

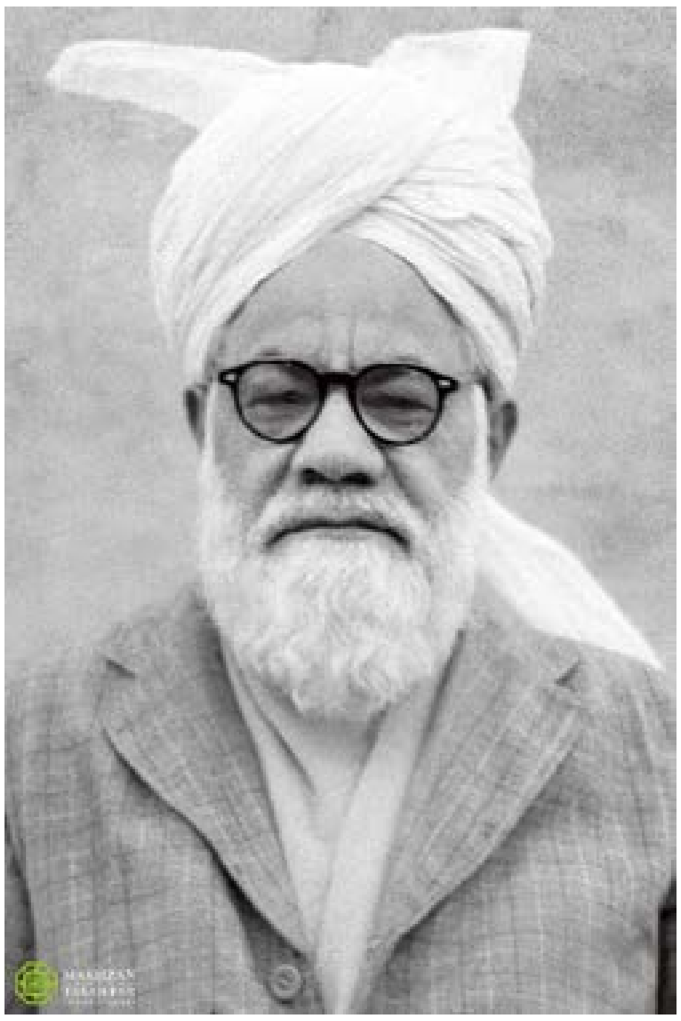

حقیقی اور کامل تعریف

مصرع مندرجہ عنوان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانی سِلسلہ احمدیہ کے ایک قصیدہ سے ماخوذ ہے جو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں منظوم فرمایا تھا۔ میں نے بہت غور کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح میں جو الفاظ انسانوں کی طرف سے کہے گئے ہیں خواہ وہ اپنے ہوں یا بیگانے ان میں مصرع مندرجہ بالا سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح اور حقیقی اور کامل تعریف کا حاصل اور کوئی فقرہ نہیں۔

سب سے بڑا باکمال

بے شک دنیا میں تعریف کے مستحق لاکھوں انسان گزرے ہیں اور ان میں سے بعض نے وہ مرتبہ پایا ہے کہ آنکھ ان کی رفعت اور روشنی کو دیکھ کر خیرہ ہوتی ہے اور یہ باکمال لوگ پائے بھی ہر میدان میں جاتے ہیں یعنی دین ودنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان لوگوں کے وجود سے خالی ہو مگر ان میں سے کون ہے؟ جس کی ہستی کا ہر پہلو اس کے کمال پر شاہد ہو۔ کون ہے جس کے وجود کا ہر ذرہ اس کے نورِ باطن کا پتہ دے رہا ہو؟ کون ہے جس کی ذات والا صفات کا ہر خلق اس کی یگانگت کی دلیل ہو؟ یقیناً یہ کمال صرف مقدس بانی اسلام (فداہ نفسی) کے ساتھ مخصوص ہے اور کوئی دوسرا انسان اس صفت میں آپؐ کا شریک نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن خداداد نے دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یدبیضا نے ایک عالم کی آنکھ کو مسخر کر دیا۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے دمِ عیسوی سے روحانی مُردوں نے زندگی پائی مگر باوجود اپنے روحانی کمال کے حضرت مسیح ناصریؑ نے موسیٰ علیہ السلام کا یدبیضا نہ پایا۔ حضرت موسیٰؑ کو باوجود اپنی رفعتِ شان کے حسنِ یوسفؑ سے محرومی رہی۔ حضرت یوسفؑ باوجود اپنی ظاہری وباطنی حُسن کے حضرت موسیٰؑ کے یدبیضا اور حضرت مسیحؑ کے دمِ عیسوی کو نہ پا سکے لیکن اسلام کا مقدس بانی اپنے ہر وصف میں یکتا ہو کر چمکا۔ اپنی ہر شان میں دوسروں سے بالا رہا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدبیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مصرعہ مندرجہ عنوان

یہ شعر بہت خوب ہے بہت ہی خوب ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اس سے بھی ارفع ہے۔ آپؐ کا حُسن حضرت یوسفؑ کے حُسن کو شرماتا ہے آپؐ کے یدبیضا کے سامنے حضرت موسیٰؑ کا یدبیضا ماند ہے۔ آپؐ کے انفاسِ روحانی سے حضرت عیسیٰؑ کے دمِ عیسوی کو کوئی نسبت نہیں۔ میں نے عرض کیا تھا اور پھر کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وکمال کی حقیقی تصویر صرف اس مصرع میں ملتی ہے۔ جو سلسلہ احمدیہ کے مقدس بانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے نکلا اور میرے اس مضمون کا عنوان ہے۔ میرا یہ دعویٰ محض خوش عقیدگی پر مبنی نہیں ہے بلکہ تاریخ کی مضبوط ترین شہادت اس بات کو ثابت کر رہی ہے کہ رہنمایانِ عالم میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والاصفات وہ ذات ہے جس کا ہر وصف ہر خط وخال ہر ادا آپؐ کے کمال کی دلیل ہے۔ اسی لئے قدرت نے آپؐ کے واسطے وہ نام تجویز کیا جس کے معنی مجسم تعریف کے ہیں۔ اور مصرع مندرجہ عنوان کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اگر دنیا میں کوئی ایسی ہستی ہے کہ جس کا ہر وصف اسے ہر دوسرے شخص کے مقابلہ میں ”محمدؐ“ یعنی قابل تعریف ثابت کرتا ہو اور اس کے لئے کسی بیرونی دلیل کی ضرورت نہ ہو تو وہ صرف پیغمبر اسلام ہے۔

احسن تقویم کا کامل نمونہ

میرے لئے اس نہایت مختصر مضمون میں اپنے اس وسیع دعویٰ کے دلائل لانے کی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس مضمون میں دلائل کا بیان کرنا میرا مقصد ہے۔ میں اس جگہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا رسولؐ مرتبہ کیا رکھتا ہے اور وہ کون سا مقام ہے جس نے اسے اس تعریف کا مستحق بنایا ہے جو مصرع مندرجہ عنوان میں بیان کی گئی ہے۔ سو جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے وہ مقام یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود نبوت ورسالت کے جملہ کمالات میں اس قدر ترقی یافتہ ہے کہ کسی ایک وصف یا ایک کمال کو لے کر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آپؐ کا امتیازی خاصہ ہے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوانح نگار ہوں اور خدا کے فضل سے آپؐ کے حالاتِ زندگی کا کسی قدر مطالعہ رکھتا ہوں۔ اور میں نے آپؐ کے سوانح کا مطالعہ بھی ایک آزاد تنقیدی نظر کے ساتھ کیا ہے۔ میں اس معاملہ میں اپنی ذاتی (گو معاملہ کی اہمیت کے مقابلہ میں نہایت ناچیز) شہادت پیش کرتا ہوں کہ میں نے جب کبھی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف ومحاسن کا جائزہ لے کر آپؐ کے وجود میں کسی امتیازی خاصہ کی تلاش کرنی چاہی ہے تو میری نظر ہمیشہ ماندہ ہو کر لوٹ گئی ہے اور کبھی کامیاب نہیں ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت نے اپنے نبی میں اوصافِ جلالی کا نور دیکھا تو اسے لے کر اپنے بانی کی تعریف میں پل باندھ دیئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نے اپنے مسیح کے اوصاف جمالی کا نظارہ کیا تو اس سے مسحور ہو کر انہیں خدا کے پہلو میں جا بٹھایا۔

گوتم بدھ کے نام لیوؤں نے اپنے بانی کی نفس کشی اور فنائیت کو دیکھ کر اس کی مدح سرائی میں زمین وآسمان کے قلابے مِلا دیئے۔ مگر اسلام کا بانی خدائے ذوالعرش کی کامل تصویر تھا اس لئے اس کے کمال نے اس بات سے انکار کیا کہ اس کا کوئی وصف اس کے کسی دوسرے وصف سے ہیٹا ہو۔ وہ اپنی امت کی کامل اصلاح کا پیغام لایا تھا اس لئے اس کی تصویر کا کوئی رنگ اس کے دوسرے رنگوں سے مغلوب نہیں ہوا۔ تا ایسا نہ ہو کہ اس کے متبع اس کے غالب رنگ سے متاثر ہو کر اصلاح کے ایک پہلو میں غلو اور دوسرے میں نقصان کا طریق اختیار کر لیں۔ قدرت نے اس کے تمام قوائے فطری کی ایک سی آبپاشی کی اور اس کے وجود میں اپنے اس فعل کو کہ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ تک پہنچایا اسی واسطے جہاں دوسرے نبیوں کی بعثت کے لئے الٰہی کلام میں ان کے حسب حال اور رنگ کے استعارے استعمال کئے گئے ہیں۔ وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو خدا تعالیٰ نے خود اپنی آمد کہہ کر پکارا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جس طرح خدا کی ہستی کی بہترین دلیل خود خدا کی ذات ہے جو بغیر کسی بیرونی توسّل کے خود اپنی قدرت وجبروت کے زور سے اپنے آپ کو منواتی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال کی بہترین دلیل خود آپؐ کا وجودِ باجود ہے۔ جو اپنے ہر وصف میں ایک سی کشش اور ایک سی طاقت کے ساتھ دنیا سے خراجِ تحسین حاصل کر رہا ہے۔

نادر کرشمۂ قدرت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ خصوصیت صرف ان روحانی کمالات تک محدود نہیں جو نبوت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ بلکہ اس نادر کرشمہ قدرت نے دین ودنیا کے جس میدان میں قدم رکھا ہے وہاں حُسن واحسان کا ایک کامل نقش اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ یہ دلائل وامثلہ کی بحث میں پڑنے کا موقع نہیں ورنہ میں تاریخ سے مثالیں دے دے کر بتاتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بچے تھے تو بہترین بچے تھے۔ اور جب جوان ہوئے تو بہترین جوان نکلے، ادھیڑ عمر کو پہونچے تو ادھیڑ عمر والوں میں بے مثل تھے اور جب بوڑھے ہوئے تو بوڑھوں میں لاجواب ہوئے۔ شادی کی تو بہترین خاوند بنے اور جب بادشاہ بنے تو دنیا کے بادشاہوں کے سر تاج نکلے۔ کسی کے دوست ہوئے تو جہان کی دوستیوں کو شرما دیا اور اگر کوئی آپ کا دشمن بنا تو

اُس نے آپؐ کو اپنا بہترین دشمن پایا۔ اس نے اپنی آنکھوں کو آپؐ کے سامنے ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا۔ فوج کی کمان لی تو دنیا کے جرنیلوں کے لئے ایک نمونہ بن گئے۔ اور سیاست کی تو سیاست کا ایک بہترین ضابطہ اپنے پیچھے چھوڑا۔ انتظامی حاکم بنے تو ضبط و نظام کی مثال بن گئے اور قضا کی کرسی پر بیٹھے تو عدل و انصاف کا مجسمہ نظر آئے۔ فاتح بنے تو دنیا کے فاتحین کو ایک سبق دیا۔ اور کبھی کسی معرکہ میں حکمت الٰہی سے مفتوح ہوئے تو مفتوح ہونے کا بہترین نمونہ قائم کیا۔ معلم خیر بنے تو جذب و تاثیر میں عدیم المثال نکلے اور عابد کا لباس پہنا تو تعبّد کو انتہا تک پہونچا دیا اور پھر ایسا نہیں ہوا کہ کبھی کسی وصف پر زور ہو اور کبھی کسی وصف پر بلکہ اپنے اپنے موقع پر ہر وصف کا دوسرے اوصاف کے ساتھ ساتھ کامل طور پر ظہور ہوا۔ اور جب بالآخر خدا کی طرف سے واپسی کا پیغام آیا تو موت کا کیسا دلکش اور کیسا پیارا نقشہ پیش کیا کہ نزع کا عالم ہے اور روح جسم کے ساتھ اپنی آخری کڑیاں توڑ رہی ہے اور یہاں زبان پر یہ الفاظ ہیں کہ

’’اَلصَّلٰوۃُ وَمَامَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ

یعنی ’’اے مسلمانو! تم خدا کی عبادت میں کبھی سست نہ ہونا۔ کہ وہی ہر خیر و برکت اور ہر قوت و طاقت کا منبع ہے۔ اور دنیا میں جو لوگ تم سے کمزور ہوں۔ اور تمہارے اختیار کے نیچے رکھے جائیں اُن کے حقوق کی حفاظت کرنا۔‘‘

اور جب رشتہ حیات ٹوٹنے کے لئے آخری جھٹکا کھاتا ہے تو آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ ہیں۔

’’اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

یعنی ’’اے میرے آقا تو اب مجھے اپنی رفاقت اعلیٰ میں لے لے مجھے اپنی رفاقتِ اعلیٰ میں لے لے۔‘‘

مطہر زندگی اور مطہر موت

یہ اسی پاک و مطہر زندگی اور پاک و مطہر موت کا اثر تھا کہ جب وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ کے چہرہ مبارک پر سے چادر ہٹا کر آپؐ کی پیشانی کو بوسہ دیا تو اس زندگی بھر کے رفیق کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے۔ کہ طِبْتَ حَیًّا وَمَیِّتًا۔ یعنی ’’تو زندہ تھا تو بہترین زندگی کا مالک تھا اور فوت ہوا تو بہترین موت کا وارث بنا۔‘‘ کیا کسی اور نبی کے اوصاف میں یہ ہمہ گیر افضلیت نظر آتی ہے۔ بلکہ میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی اور نبی ایسا گزرا ہے جس کی زندگی اتنے مختلف پہلوؤں کے مناظر پیش کرتی ہو؟

من کل الوجوہ افضلیّت

یہ اسی ہمہ گیر افضلیت کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے ایسی کامیابی مقدر کی جس کی مثال کسی اور نبی کی زندگی میں نہیں ملتی۔ بے شک خدا کے ازلی وعدہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کے ماتحت ہر نبی کے لئے غلبہ مقدر ہوتا ہے مگر غلبہ کے بھی مدارج ہیں اور یقیناً جو غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نصیب ہوا اس کے سامنے دوسرے نبیوں کی کامیابی اسی طرح ماند ہے جس طرح سورج کی روشنی کے سامنے دوسرے اجرام سماوی کی روشنی ماند ہوتی ہے۔ غرض جس جہت سے بھی دیکھا جائے جس پہلو سے بھی مشاہدہ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات دوسرے رہنمایانِ عالم سے اس طرح ممتاز و فائق نظر آتی ہے جیسے ایک بلند مینار آس پاس کی تمام عمارتوں سے ممتاز و بالا ہوتا ہے۔ اور آپؐ کا یہ امتیاز کسی ایک وصف یا کسی ایک شعبہ زندگی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہمہ گیر اور من کل الوجوہ ہے۔ اسی لئے جہاں دوسرے انبیاء مرسلین کی تعریف میں ان کے خاص خاص اوصاف کو چُن لیا جاتا ہے وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقی تعریف سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ:-

’’محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ‘‘

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

(مطبوعہ الفضل ۶ نومبر ۱۹۳۲ء)

بقیہ: دربار خلافت ...... از صفحہ 2

میں ہی کہتے ہیں کہ) میں نے کہا حضور! قسم کھا کر بتاؤ۔ آپؐ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے قسم کھانے کی حاجت نہیں۔ میں امین ہوں اور زمینوں اور آسمانوں میں مَیں امین ہوں۔ اس کے بعد کہتے ہیں اُسی رات کی صبح کو مَیں نے مسیح موعود علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بیعت کا خط لکھا۔ اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام بھی لکھ دیا۔ اُس کے بعد 1900ء میں قادیان حاضر ہو کر حضور کے ہاتھوں پر بیعت کی۔

(رجسٹر روایات صحابہ رجسٹر نمبر 4 روایت حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب صفحہ نمبر 120 غیر مطبوعہ)

حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحبؓ۔ ان کی بیعت کا سن 1896ء ہے۔ کہتے ہیں کہ میری عمر قریباً 14سال کی تھی، جب مَیں نے اپنے والد صاحب حضرت مولوی نیک عالم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اور برادرم مولوی غریب اللہ صاحب سکنہ موضع کلری، کے ساتھ تحریری بیعت کی۔ اور 1898ء میں شروع دسمبر سے سالانہ جلسہ تک مَیں حضور کی خدمت میں حاضر رہا۔ (جلسہ سالانہ پہ گئے لیکن دسمبر کے شروع میں چلے گئے۔) پھر یہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری جہلم بمقدمہ کرم دین بھیں پر حضور جری اللہ کی خدمت میں حاضر رہا۔ (اُس وقت بھی حضور کے ساتھ تھے) اور 1907ء کے جلسہ سالانہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری زیارت قریباً ڈیڑھ ہفتہ تک کی۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ حضرت جری اللہ کی پہلی زیارت میں پنجگانہ نمازوں میں راقم حضور علیہ السلام کے ایک نمبر بائیں یا دو نمبر بائیں صفِ اول میں رہتا تھا (یعنی دائیں یا بائیں کھڑے ہوتے تھے)۔ اُن دنوں حضور انور پانچوں نمازوں کے بعد اپنے عاشقین خدام میں آدھ گھنٹہ یا کچھ اس سے کم و بیش عرصہ تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ اور اپنی قیمتی نصائح سے اپنے خدام کو مستفیض فرمایا کرتے تھے۔ اور اکثر طور پر مغرب کا کھانا مسجد میں ہی تناول فرمایا کرتے تھے۔ خصوصاً نماز صبح اور مغرب کے بعد عشاء تک اپنے عاشقوں اور فدائیوں کو روزانہ وعظ و تعلیم سے استفادہ فرمایا کرتے تھے۔ ان ایام میں خاکسار کو روزانہ حضور علیہ السلام کے پاؤں اور ہاتھ دبانے کا اکثر موقع ملا کرتا تھا۔ لیکن چونکہ میری عمر اس وقت چھوٹی تھی اس لئے حضور علیہ السلام کے ادب و شرم اور نبیانہ رعب کی وجہ سے خاکسار نے نہ تو کوئی بات حضور کی خدمت میں عرض کی اور نہ کبھی راقم کو کوئی بات کرنے کی جرأت ہوئی۔ حضور علیہ السلام کی تمام گفتگو نہایت ہمدردانہ اور نہایت مشفقانہ اور مربیانہ تھی۔ لیکن خداداد نبیانہ رعب کی وجہ سے اس ناچیز کو کبھی کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ یہ میرا اپنا ہی قصور تھا کہ مَیں نے کبھی کوئی التماس نہ کی اور ساری فرحت اور خوشی حضور کے کلمات طیبات کے باادب اور ہمہ تن گوش بن کر سننے میں ہی محسوس کرتا تھا۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سردار فضل حق صاحب مرحوم احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سابق سندر سنگھ دفعدار) کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کی زیارت کرنی ہے تو وہ سردار صاحب کو دیکھ لے۔ انہوں نے دنیا کی دولت کو لات مار کر اسلام کی روکھی روٹیاں قبول کی ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ میر منشی مرزا جلال الدین صاحب احمدی مرحوم میرے حقیقی پھوپھا تھے اور حضور نے کتاب انجام آتھم میں مندرجہ فہرست میں صحابہ 313 میں موصوف کا نام سب سے اوّل پر رکھا ہے۔ ان ہی کے فیض صحبت سے اور سید غلام شاہ صاحب مرحوم احمدی سکنہ نورنگ تحصیل کھاریاں اور مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرحوم احمدی جہلم کے فیض صحبت سے احمدیت کی نعمت راقم اور اُس کے والد کو ملی ہے۔ سید صاحب موصوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولوی صاحب موصوف میرے والد ماجد مرحوم کے استاد بھی تھے۔ مرزا محمد اشرف صاحب پنشنر مہاجر سابق محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان میرے حقیقی پھوپھی زاد تھے۔ انہی ایام میں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کی خدمت میں کسی صاحب نے عرض کی۔ حضور انور مطبع خانہ میں کبھی کبھی تشریف لایا کریں۔ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ آپ مجھے معاف رکھیں میں وہاں نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہاں حقہ رکھا ہوا ہوتا ہے اور میں حقہ کو دیکھ کر سر سے پاؤں تک شرم میں پنہاں ہو جاتا ہوں۔ لیکن میں حقہ پینے والوں کو دل سے برا نہیں جانتا۔ پھر فرمایا کہ بعض لوگ بیعت کے واسطے میرے پاس آتے ہیں، اُن کی داڑھی اُسترے سے منڈھی ہوئی ہوتی ہے، اُن کے منہ سے شراب کی بُو آتی ہے اُن کو بھی دل سے برا نہیں جانتا۔ کیونکہ میرا ایمان ہے کہ اگر وہ میرے پاس رہیں گے یا کثرت سے میرے پاس آئیں گے تو خداوند کریم اُن کو ضرور متقی اور پاک صاف کر دیں گے۔

(رجسٹر روایات صحابہ رجسٹر نمبر 4 روایت حضرت ماسٹر خلیل الرحمن صاحب صفحہ نمبر 121 تا 123 غیر مطبوعہ)

(خطبہ جمعہ 8/ اپریل 2011ء)

مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ انچارج شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس لندن

’’بنیادی مسائل کے جوابات‘‘

قسط نمبر 9

سوال: خلع حاصل کرنے والی عورت کی عدت کے بارہ میں مجلس افتاء کی سفارشات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں پیش ہونے پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس مسئلہ کے فقہی پہلو کی بابت اپنے مکتوب مؤرخہ 21 نومبر 2017ء میں درج ذیل جواب عطاء فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب: جہاں تک اس معاملہ کا فقہی پہلو ہے تو میرے نزدیک بھی طلاق اور خلع کی عدت مختلف ہے۔ اس بارہ میں مجلس افتاء کی رپورٹ میں بیان دلائل کے علاوہ یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ جس طرح طلاق اور خلع کی تفصیلات میں فرق ہے، اسی طرح ان کے احکامات میں بھی فرق ہے۔ طلاق کا حق اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے اور جب مرد اپنا یہ حق استعمال کرتا ہے تو اس کے ساتھ ہی طلاق کی عدت کا عرصہ شروع ہو جاتا ہے، جبکہ خلع عورت کا حق ہے جو وہ قضاء کی معرفت استعمال کرتی ہے اور جب تک قضاء کا فیصلہ نہ ہو جائے اس کی عدت کا عرصہ شروع نہیں ہوتا اور قضاء کی کارروائی جس میں عورت کی طرف سے درخواست دینا، حکمین کی کارروائی، فریقین کی سماعت اور فیصلہ وغیرہ وہ امور ہیں جن پر عموماً دو تین ماہ لگ جاتے ہیں۔ پس خلع کی عدت کے کم رکھنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خلع کے بعد عورت کو صرف اسی قدر پابند کیا گیا ہے جس سے اس کا حمل سے خالی ہونا ثابت ہو جائے۔

بعد ازاں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس افتاء کی رپورٹ سے متعلقہ مذکورہ بالا جواب کے علاوہ طلاق اور خلع کی عدت کے فرق پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے نیز بیوہ کی عدت کے بارہ میں فرمایا:۔

طلاق کی عدت کے بارہ میں تفصیلی احکامات تو قرآن کریم میں مذکور ہیں کہ عام حالات میں عدت تین حیض ہو گی۔ جیسا کہ فرمایا وَالۡمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوۡٓءٍ (البقرہ:229) یعنی مطلّقہ عورتوں کو تین حیض کی مدت تک اپنے آپ کو روکے رکھنا ہو گا۔ اور جن خواتین کو حیض نہیں آتا ان کے بارہ میں فرمایا وَالّٰٓیِٴۡ یَئِسۡنَ مِنَ الۡمَحِیۡضِ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ فَعِدَّتُہُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشۡہُرٍ وَّالّٰٓیِٴۡ لَمۡ یَحِضۡنَ (سورۃ الطلاق:5) کہ تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے مایوس ہو چکی ہوں اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح ان کی بھی جن کو حیض نہیں آرہا۔ اور جو عورتیں حاملہ ہیں ان کی عدت کے متعلق فرمایا وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ (سورۃ الطلاق:5) یعنی جن عورتوں کو حمل ہو ان کی عدت وضع حمل تک ہے۔

جبکہ خلع کی عدت کی نص احادیث نبوی ﷺ پر مبنی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنے شوہر سے خلع لیا تو نبی کریم ﷺ نے انہیں ایک حیض عدّت گزارنے کا حکم دیا۔

(سنن ترمذی کتاب الطلاق باماجاء فی الخلع)

پس قرآن کریم اور احادیث نبویہ ﷺ کی مذکورہ بالا نصوص سے بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ طلاق اور خلع کی الگ الگ عدت ہے اور اس کی حکمتیں اور وجوہات بھی ہیں جو اوپر بیان کر دی گئی ہیں۔

جہاں تک بیوہ کی عدت کا تعلق ہے تو اس بارہ میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَیَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ اَرۡبَعَۃَ اَشۡہُرٍ وَّعَشۡرًا ۚ فَاِذَا بَلَغۡنَ اَجَلَہُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ فِیۡمَا فَعَلۡنَ فِیۡۤ اَنۡفُسِہِنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ (البقرہ:235) یعنی اور تم میں سے جن (لوگوں) کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور وہ (اپنے پیچھے) بیویاں چھوڑ جاتے ہیں (چاہیئے کہ) وہ (بیویاں) اپنے آپ کو چار مہینے (اور) دس (دن) تک روک رکھیں پھر جب وہ اپنا مقرر وقت پورا کر لیں وہ اپنے متعلق مناسب طور پر جو کچھ (بھی) کریں اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔

بیوہ کے حاملہ ہونے کی صورت میں اس کی عدت کے بارہ میں صحابہ کے زمانہ سے ہی اختلاف چلا آرہا ہے۔ چنانچہ بعض صحابہ وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ (سورۃ الطلاق:5) کی روشنی میں یہ رائے رکھتے تھے کہ بیوہ کے حاملہ ہونے کے صورت میں اس کی عدت بھی وضع حمل ہی ہے خواہ وضع حمل خاوند کی وفات سے اگلے لمحہ میں ہو جائے جس کیلئے وہ حضرت سبیعہ اسلمیؓ والے واقعہ سے دلیل لیتے ہیں۔ (جس میں آتا ہے کہ حضرت سبیعہ اسلمیؓ حضرت سعد بن خولہؓ کے نکاح میں تھیں جو حجۃ الوداع کے موقعہ پر فوت ہو گئے جبکہ سبیعہؓ حاملہ تھیں۔ تھوڑے دنوں بعد ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ جب وہ اپنے نفاس کے بعد اچھی ہو گئیں تو انہوں نے شادی کا پیغام بھیجنے والوں کیلئے زیب و زینت کی۔ قبیلہ عبدالدار کے ایک شخص ابو سنابل بن بعلکؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم نکاح کا پیغام بھیجنے والوں کیلئے زیب و زینت کر کے بیٹھ گئی ہو اور نکاح کی امید کر رہی ہو؟ بخدا تم ہر گز نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ تم پر چار ماہ اور دس دن نہ گزر جائیں۔ حضرت سبیعہؓ کہتی ہیں کہ اس پر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپؐ سے اس بارہ میں پوچھا تو آپ نے مجھے فتویٰ دیا کہ جب بچہ پیدا ہو گیا تو میں آزاد ہوں اور اگر میں مناسب سمجھوں تو نکاح کر لوں)۔ جبکہ بعض دوسرے صحابہ جن میں حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت ابن عباس رضوان اللہ علیہم شامل ہیں کی رائے میں بیوہ کے حاملہ ہونے کی صورت میں وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں سے جو لمبی مدت ہو گی وہ بیوہ کی عدت ہے۔

حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل ہونے کے قائلین کے پاس حضرت سبیعہ اسلمیؓ کے اس واقعہ کے علاوہ اور کوئی دلیل نہیں ہے، قطع نظر اس کے کہ کتب احادیث میں اس واقعہ کے راویوں، حضرت سبیعہ اسلمیؓ کے خاوند کے نام، خاوند کے وقت وفات اور طریق وفات (طبعی موت اور قتل) کے بارہ میں نیز حضرت سبیعہ اسلمیؓ کے ہاں بچہ کی ولادت کے عرصہ کے بارہ میں بے شمار اختلافات پائے جاتے ہیں۔ جن سے اس واقعہ کا ثقہ ہونا محل نظر ٹھہرتا ہے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضور ﷺ اور خلافت راشدہ کے زمانہ میں ہونے والی اسلامی جنگوں میں ہر عمر کے سینکڑوں صحابہ نے جام شہادت نوش فرمایا اور یقیناً ان میں سے کئی صحابہ ایسے بھی ہوں گے جن کی بیویاں ان کی شہادت کے وقت حاملہ ہوں گی لیکن ایسی کسی بیوہ کے وضع حمل کے فوراً بعد اس کے نکاح کا کوئی ایک بھی واقعہ تاریخ و سیرت کی کتب میں نہ ملنا اس موقف کو مبہم اور مشتبہ ٹھہراتا ہے۔ پس اس ایک واقعہ کی بناء پر قرآن کریم میں بیان چار ماہ دس دن کی عدت والے واضح موقف کو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں حدیث میں حضور ﷺ نے کسی کی وفات پر سوگ کے بارہ میں عمومی ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کسی کی وفات پر تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں سوائے بیوہ کو کہ وہ اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کرے گی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب اِحۡدَادِ الۡمَرۡاَۃِ عَلٰی غَیۡرِ زَوۡجِہَا)

اس حدیث میں بھی حضور ﷺ نے حاملہ عورت کیلئے کوئی استثناء نہیں فرمایا کہ وہ وضع حمل تک سوگ کرے گی۔

اسی طرح قرآن کریم میں جہاں وضع حمل کے ساتھ عدت ختم کرنے کا ارشاد ہے وہاں صرف طلاق کی صورت کو بیان کیا گیا ہے، خاوند کی وفات کا وہاں کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف آریہ دھرم میں آیت وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ کا جو ترجمہ بیان فرمایا ہے اس میں اس آیت کا طلاق کے ساتھ حصر کر کے ہماری راہنمائی فرمادی کہ قرآن کریم کا یہ حکم طلاق والی عورتوں کیلئے ہے بیوہ کیلئے نہیں ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَہُنَّ (الجزو نمبر 28)

یعنی حمل والی عورتوں کی طلاق کی عدت یہ ہے کہ وہ وضع حمل تک بعد طلاق کے دوسرا نکاح کرنے سے دستکش رہیں۔ اس میں یہی حکمت ہے کہ اگر حمل میں ہی نکاح ہو جائے تو ممکن ہے کہ دوسرے کا نطفہ بھی ٹھہر جائے تو اس صورت میں نسب ضائع ہو گی اور یہ پتہ نہیں لگے گا کہ وہ دونوں لڑکے کس کس باپ کے ہیں۔

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 21)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی درس القرآن میں سورۃ الطلاق کی اس آیت کی تفسیر میں وضع حمل کی عدت کو تین ماہ کی عدت (جو کہ طلاق کی صورت میں مقرر ہے نہ کہ بیوگی کی صورت میں) گزارنے والی عورتوں کے ضمن میں بیان فرمایا ہے نہ کہ چار ماہ دس دن کی عدت گزارنے والی بیوہ عورتوں کے متعلق اس حکم کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ حضورؓ فرماتے ہیں:۔

اور وہ عورتیں جو حیض سے ناامید ہو گئی ہوں (۱) بوڑھی ہوں (۲) جن کو حیض نہ آتا ہو یعنی سن بلوغت تک نہ پہنچی ہوں (۳) وہ جو کہ بیمار ہوں یعنی استحاضہ والی۔ ان کیلئے تین ماہ کی عدت ہے اور حمل والیوں کی عدت ان کے ایام حمل ہی ہیں۔ جب بچہ جن چکیں تو عدت ختم ہوگئی۔ اس پر لوگوں نے بڑی بڑی بحثیں کی ہیں کہ اگر تین ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تو کیا عدت ختم ہو جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ کم سے کم تین ماہ ہونگے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک واقعہ ہوا تھا کہ ایک عورت کو تین ماہ سے پہلے ہی وضع حمل ہو گیا تھا اور اسے آپ نے دوسری شادی کی اجازت دے دی تھی۔ اس لئے اس بات کا فیصلہ ہو چکا ہوا ہے۔

(اخبار الفضل قادیان دارالامان مؤرخہ 4 مئی 1914ء صفحہ 14)

پس میرے نزدیک بیوہ ہونے کی صورت میں اگر حمل ہے اور وہ چار مہینے دس دن پورے ہونے کے بعد بھی چل رہا ہے تو وہ اس کی مدت کو پورا کرے گی اور اگر چار مہینے دس دن سے پہلے وضع حمل ہو رہا ہے تو تب بھی وہ چار مہینے دس دن کی مدت ہی پوری کرے گی۔ میرا یہ استنباط اس حدیث کی بناء پر ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ کسی کی وفات پر تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں سوائے بیوہ کے جو کہ اپنے خاوند کی وفات پر چار ماہ دس دن کا سوگ کرے گی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز بَاب إِحْدَادِ الْمَرْأَةِ عَلَى غَيْرِ زَوْجِهَا)۔

یہ حدیث اس بات کو واضح کر دیتی ہے کہ یہاں طلاق والی یا حمل والی شرط لاگو نہیں ہوتی۔ یہاں بیوگی کا جو عرصہ ہے وہ چار مہینے دس دن بیان فرمایا گیا ہے۔ اگر صرف یہ دیکھنا ہوتا کہ اس عرصہ میں حمل ظاہر ہو جائے تو یہاں بھی طلاق والی شرط ہی رکھی جا سکتی تھی لیکن چار مہینے دس دن کی مدت کو معین کرنے سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنے عرصہ میں حمل بھی ظاہر ہو جاتے ہیں اور اس کے علاوہ جو افسردگی کا عرصہ ہے وہ بھی گزر جاتا ہے۔ اس لئے طلاق کے لئے تو عدت کا عرصہ وضع حمل یا تین مہینے رکھا ہے لیکن بیوگی کی صورت میں چار مہینے دس دن کی شرط بہرحال پوری ہونی چاہئیے۔ اس لئے میرے نزدیک بیوگی کی صورت میں عدت کا عرصہ چار مہینے دس دن ہے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ حاملہ ہے کہ نہیں۔ اگر حاملہ ہے اور حمل چار مہینے دس دن سے پہلے وضع ہو جاتا ہے تو تب بھی اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی ہوگی جو وہ پوری کرے گی۔ اور یہ آنحضور ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہے کہ عورت کیلئے جو سوگ ہے وہ چار مہینے دس دن کا ہے۔ اور یہی قرآن کریم کا بھی حکم ہے۔

سوال:۔ ایک دوست نے آنحضور ﷺ کے ارشاد کہ ’’بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر انہیں سزا دو‘‘ کے متعلق حضور کی خدمت اقدس راہنمائی کی درخواست کی۔ جس پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مکتوب مؤرخہ 02 فروری 2019ء میں درج ذیل جواب عطاء فرمایا:۔

جواب:۔ اسلام کی تعلیم کی بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ اعتدال پر مبنی تعلیم ہے۔ آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد بھی اپنے اندر اسی اعتدال کو سموئے ہوئے ہے کہ عبادت جو کہ ہر انسان کی پیدائش کا اوّلین مقصد ہے، بچپن سے ہی اس پر زور دیا جائے اور بچوں کو اپنے نمونہ کے ساتھ ساتھ نماز پڑھنے کی تلقین کی جائے۔ تین سال کی مسلسل تلقین اور نصائح کے بعد بھی اگر بچہ اس کی پابندی نہ کرے تو اسے ایک وقت تک مناسب سزا دینے کا حکم ہے۔ لیکن یہ سزا ایسی نہیں ہونی چاہئیے جس میں سزا دینے والے کی طرف سے اس بچہ کے ساتھ ایک دشمنی کا رنگ ہو یا انسان یہ تصور کرے کہ اس سزا کے نتیجہ میں وہ ضرور اس بچہ کو نماز کا عادی بنا سکتا ہے۔ بلکہ اس سزا میں بھی یہ امر ہی پیش نظر ہونا چاہئیے کہ تربیت محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہو سکتی ہے، جس کے حصول کا اصل ذریعہ دعا ہی ہے۔ اور جو سزا دینے کی راہ اختیار کی جا رہی ہے وہ بھی دراصل اللہ تعالیٰ ہی کے رسول کے حکم پر اختیار کی جا رہی ہے تا کہ بچہ اس سے عبرت پکڑ کر نماز کی طرف راغب ہو جائے۔ پھر جب بچہ Mature ہو جائے اور بارہ تیرہ سال کی عمر کو پہنچ کر اچھے بُرے کی سمجھ اس میں پیدا ہو جائے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے اس کیلئے صرف دعا اور وعظ و نصیحت کے طریق کو اپنانا چاہئیے۔ ایسی ہی سزا کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اگر کوئی شخص خود دار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔‘‘

سوال:۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ کینیڈا کے اطفال کی Virtual ملاقات مؤرخہ 15 اگست 2020ء میں ایک طفل نے حضور انور کی خدمت اقدس میں استفسار پیش کیا کہ کیا اسلام کی تعلیم کے مطابق ہم خون اور مرنے کے بعد جسمانی اعضاء Donate کر سکتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا:۔

جواب:۔ بالکل کر سکتے ہیں، بلکہ مرنے سے پہلے بھی کر سکتے ہیں۔ بعض لوگ اپنے Kidney Donate کرتے ہیں، بعض اپنے Liver Donate کرتے ہیں۔ لیکن باقی Organs تو ہم مرنے کے بعد Donate کر سکتے ہیں۔ اور یہ اچھی بات ہے۔ جو کوئی کام تم Humanity کو Serve کرنے کیلئے کر رہے ہو تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے۔ اور یہ بڑی اچھی بات ہے۔

سوال:۔ اسی ملاقات میں ایک طفل نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ کیسے تعلق پیدا کر سکتے ہیں؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کا درج ذیل جواب عطاء فرمایا:۔

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ تم میری عبادت کرو۔ مجھے ایک سمجھو۔ میری باتیں مانو۔ میرے نبی جو تمہارے پاس تعلیم لے کے آتے ہیں، اس پہ عمل کرو تو تم میرے قریب آ جاؤ گے۔ تم نے یہاں دنیا میں کسی سے دوستی لگائی ہو تو تم دوست کی بات مانتے ہو ناں؟ اس کی بات مانتے ہو تو تبھی وہ تمہارے ساتھ دوستی کرتا ہے ناں؟ اگر تم اور وہ دونوں دوست ہو اور تمہارا دوست تمہاری بات نہ مانے اور تم اس کی بات نہ مانو تو پھر دوستی نہیں ناں رہے گی؟ بس اللہ تعالیٰ بھی یہی کہتا ہے کہ میرے سے دوستی کرو، تم میری بات مانو اور میں پھر تمہاری باتیں مانوں گا۔ اور اس طرح تعلق پیدا ہو جائے گا۔

سوال:۔ اسی ملاقات میں ایک اور طفل نے حضور انور کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آجکل کرونا وائرس پھیلا ہوا ہے، حضور کیلئے سفر کرنا کب Safe ہوگا اور حضور کب کینیڈا تشریف لائیں گے؟ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سوال کا درج ذیل الفاظ میں جواب عطاء فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا:۔

جواب:۔ یہ تو میں نہیں جانتا کہ کرونا وائرس کب ختم ہوگا۔ تم آپ ہی کہتے ہو کہ کرونا وائرس پھیلا ہوا ہے، سفر نہیں ہو سکتا۔ تو پھر دعا کرو، جب کرونا وائرس ختم ہو جائے گا تو پھر کینیڈا کا سفر بھی ہو جائے گا۔ یہ تو تمہاری دعاؤں پہ Depend کرتا ہے کہ کتنی جلدی تم اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے فضل مانگو گے تو جلدی یہ بیماری دور ہو جائے گی۔ پھر تمہارے ملک کی طرح کئی اور ملک بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ آئیں، پر نہیں جا سکتے۔ اب پتہ نہیں کینیڈا کی باری کب آتی ہے؟ چلو جب کرونا وائرس ختم ہو جائے گا، سفر کی اجازت ہو جائے گی، میں نہ آیا تو تم آ جانا، یہاں آ کے مل لینا۔ ٹھیک ہے۔ ویسے تو تمہاری مسجد وغیرہ دیکھ کے اس وقت مجھے لگ رہا ہے کہ میں کینیڈا میں ہی بیٹھا ہوا ہوں۔ جس طرح ہواؤں کے ذریعہ ہم نے کینیڈا کا نظارہ کر لیا ہے، اس وقت ہم ساری چیزوں کا نظارہ کر رہے ہیں، تو یہی سارے نظارے اس پہلے والے طفل نے جو معراج کے متعلق سوال کیا تھا تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بغیر سیٹلائیٹ کے آنحضرت ﷺ کو جنت کا ڈیسٹینٹ ویو دکھا دیا تھا۔ جس طرح میں تمہاری مسجد دیکھ رہا ہوں اور مجھے یاد آ گیا کہ فلاں جگہ بیٹھ کے میں نے تمہارے ایک جرنلسٹ کو انٹرویو بھی دیا تھا۔ مسجد کے پچھلے حصہ میں وہ کونہ بھی مجھے نظر آ رہا ہے کہ کس جگہ تھا۔ تو اسی طرح نظارے دیکھ کے پتہ لگ جاتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ فضل کرے، جب بھی کرونا وائرس ختم ہوگا تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ آئیں گے۔ جتنی زور سے تم لوگ دعائیں کرو گے اتنی جلد اللہ فضل کرے گا۔

عبدالباسط شاہد۔ لندن

احمدیہ چوک قادیان

ایک مجلس میں دوران گفتگو احمدیہ چوک کا ذکر آیا تو ایسے لگا کہ اس موضوع کا حق ادا نہیں ہوا۔ اس بات کو آگے چلانے سے پہلے بعض اور ضروری باتوں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ کا اس خاکسار پر خاص فضل و احسان اور جلوہ رحمانیت اس طور پر ہوا کہ ایسے والدین کے ہاں پیدائش ہوئی جو دونوں پیدائشی احمدی اور مسیح موعودؑ کے صحابہ کی اولاد تھے۔ والدین مسابقت بالخیر کے جذبہ سے سرشار تھے اور ہمیشہ اس جستجو میں رہتے تھے کہ اور کونسی نیکی بجا لانے کی سعادت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس طرح وہ اپنی اولاد کے لئے قابل رشک نمونہ تھے اور ان کی اولاد کے لئے اس وجہ سے بہتری اور بھلائی کے حصول کے مواقع بافراط مل سکتے تھے۔

بچپن میں متعدد رفقاء حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کے مواقع حاصل ہوتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زیارت کی بکثرت سعادت ملتی تھی۔ بچپن میں بہت سادہ، نیک اور مخلص اساتذہ سے استفادہ کی نعمت بھی حاصل رہی۔ ان فضلوں میں ایک بہت ہی نمایاں فضل یہ تھا کہ بچپن کا اکثر حصہ مسجد مبارک کے سائے میں بلکہ الدار کے ایک حصہ میں گزارنے کی سعادت ملی۔

اب ''احمدیہ چوک'' کا کچھ ذکر ہو جائے۔ قادیان کی پرانی آبادی میں دو بازار تھے۔ ایک بڑا بازار کہلاتا تھا، دوسرا احمدیہ بازار کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بڑے بازار میں بالعموم غیرمسلموں کی دکانیں تھیں۔ حکیم ملاوامل صاحب کی دکان اسی بازار میں تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کا ذکر اپنی کئی کتب میں فرمایا ہے۔ وہ خدائی نصرت کے کئی نشانات کے گواہ تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اپنی شادی کے سلسلے میں دہلی تشریف لے گئے تو یہ صاحب بھی ہمراہ تھے یا یوں کہہ لیجئے کہ بارات میں شامل تھے۔

ذکر بڑے بازار کا تھا۔ یہ بازار مسجد اقصیٰ تک پہنچ کر چھوٹی چھوٹی گلیوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ ایک گلی یا تنگ بازار پرانے اڈے کی طرف جاتا تھا۔ ایک گلی مسجد اقصیٰ کے عقب میں پرانی آبادی کی طرف چلی جاتی تھی۔ ایک گلی مسجد اقصیٰ کے ساتھ ساتھ نکلتی ہوئی احمدیہ بازار کی طرف چلی جاتی تھی۔ اسی رستہ پر وہ بڑی عمارت تھی جو مسجد اقصیٰ سے متصل کسی ہندو کی تھی۔ وہ ہندو مسجد اقصیٰ میں احمدیوں کی عام آمد و رفت اور کبھی ان کی چھت کو استعمال کرنے کی وجہ سے اکثر ناراض رہتے تھے۔ مگر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد کے مطابق یہ عمارت احمدیوں کے قبضہ میں آ گئی اور اپنے بچپن میں ہم نے اس میں احمدیہ دفاتر دیکھے تھے۔ (غالباً اب یہ عمارت مسجد اقصیٰ میں شامل ہو چکی ہے)۔

مسجد اقصیٰ کے ساتھ ساتھ نکلنے والی اس گلی میں آگے چل کر ''الدار'' شروع ہو جاتا تھا اور مسجد مبارک آ جاتی تھی۔ مسجد مبارک سے ایک بازار یا سڑک نکلتی تھی جو احمدیہ بازار کہلاتی تھی۔ اس جگہ کو جہاں احمدیہ بازار اور مسجد اقصیٰ سے آنے والی گلی ختم ہوتی تھی، ''احمدیہ چوک'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ مسجد مبارک سے متصل گول کمرہ تھا جو ''الدار'' کا ہی حصہ تھا اسکے ساتھ ساتھ آگے ''الدار'' یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رہائش گاہ تھی۔

مسجد مبارک کے ساتھ ہی ایک اور عمارت تھی یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان رشتہ داروں کی ملکیت تھی جو حضورؑ کی پیشگوئی کے مطابق لاولد اور منقطع النسل ہو گئے۔ اس عمارت میں بھی سلسلہ کے دفاتر ہوتے تھے۔ مسجد اقصیٰ سے آنے والی گلی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ ایک حصہ اس عمارت کی طرف آنے کا راستہ تھا اور دوسرا مسجد مبارک کے نیچے سے ہوتا ہوا احمدیہ چوک میں ختم ہوتا تھا۔

پرانی عمارت یا مسجد مبارک کے مغرب کی طرف تھوڑی سی کشادہ جگہ یا بڑا صحن تھا جس میں ایک کنواں بھی تھا۔ اس جگہ مرزا گل محمد صاحب حضورؑ کے رشتہ داروں کی نسل میں سے بچنے والے واحد انسان تھے جو احمدیت سے تعلق کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی انذاری پیشگوئی کا نشانہ بننے سے بچ گئے تھے۔ اس احاطہ سے احمدیہ چوک کی طرف جانے والے راستہ پر ''گلشن احمد'' لکھا ہوا تھا جو اس بات کی یاد دہانی کرواتا تھا کہ اس جگہ کے مالک حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے نشان کے طور پر ختم ہو گئے اور خدائی تائید و نصرت کی برکت سے گلشن احمد ہی سدا بہار ہے۔ مسجد اقصیٰ کی طرف سے آنے والی تنگ گلی جو بعض جگہ سے چھتی ہوئی تھی احمدیہ چوک میں ختم ہونے سے چند قدم پہلے مسجد مبارک میں جانے کے لئے تنگ سی سیڑھیوں کے پاس سے گزرتی تھی۔ ہم نے حضرت مصلح موعودؓ کو مسجد اقصیٰ جاتے اور وہاں سے واپس آتے ہوئے ان سیڑھیوں کو ہی استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ احمدیہ چوک میں پہنچنے کی جلدی میں کئی نشانات اور قابل ذکر عمارتوں اور باتوں کا ذکر رہتا جا رہا ہے تاہم یہ ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ''مقدمہ دیوار'' نشان ان سیڑھیوں کے قریب ظاہر ہوا تھا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کے مخالف رشتہ داروں نے احمدیوں کو تنگ کرنے کے لئے یہاں دیوار بنا دی تھی تا کہ ''الدار'' اور مسجد کی طرف جانے والے احمدیوں کو لمبا چکر کاٹ کر آنا پڑے۔ حضورؑ کی دعا سے یہ دیوار بنانے والوں کو گرانی پڑی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس نشان کے ظاہر ہونے اور احمدیوں کی مشکل آسان ہونے پر بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ مسجد مبارک سے چند قدم پر ''احمدیہ چوک'' تھا۔

''احمدیہ چوک'' کی ایک مرکزی جگہ پر خاکسار کے محترم والد صاحب کی دکان تھی۔ اس دکان سے حاصل ہونے والی بے شمار برکات کا یہاں ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اس چوک کے ناقابل فراموش نظارے میرے بچپن کی انتہائی خوشگوار یادیں ہیں۔ اس جگہ سے خاکسار نے بے شمار مواقع پر دیکھا کہ مسجد کے ساتھ ایک قطار بن رہی ہے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ حضرت مصلح موعودؓ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس قطار میں کبھی دس بیس آدمی ہوتے اور کبھی سو پچاس کیونکہ اس کا پہلے سے کوئی اعلان نہیں ہوتا تھا۔ ہم اس قطار کو دیکھتے ہی بچپن کی شوخی میں شروع میں جا کر کھڑے ہو جاتے اور حضورؓ سے شرف مصافحہ حاصل کرتے بلکہ اکثر یہ بھی ہوتا کہ چند آدمیوں کے بعد پھر نمودار ہو کر مصافحہ کا شرف حاصل کرتے اور پھر اپنے ہم عمروں کو خوشی خوشی بتاتے کہ آج تو اتنی دفعہ مصافحہ کیا ہے۔

احمدیہ چوک ایسی جگہ تھی کہ جہاں مسجد اقصیٰ سے آنے والے، مسجد مبارک سے آنے والے، بہشتی مقبرہ سے آنے والے، مدرسہ احمدیہ سے آنے والے، لنگر خانہ سے آنے والے ضرور ہی گزرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ خاکسار نے اس جگہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحب، حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت مولوی حکیم قطب الدین صاحب، حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور دوسرے کئی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور بزرگوں کو دیکھا۔ آسمان احمدیت کے ان درخشندہ ستاروں کی زیارت آج بھی خوشی اور مسرت سے دل کو لبریز کر دیتی ہے۔

جلسہ سالانہ کے دنوں میں تو اس جگہ تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ جلسہ کے بعد جلسہ اس چوک میں آ گیا ہے۔ احمدیوں کی باہم ملاقات کی یہ بہترین جگہ تھی۔ السلام علیکم کی گونج رہتی تھی اور پھر یہ بھی کہ ''بھائی جان ہم دس سال کے بعد پھر یہاں ہی مل رہے ہیں''۔ ''اچھا ہوگیا آپ سے ملنے کی خوشی حاصل ہوئی''۔ ''آپ یہاں کیسے۔ آپ تو ہماری مخالفت کرتے تھے اور ہمیں بھی قادیان آنے سے منع کیا کرتے تھے''۔ ''احمدیت کی صداقت ہم پر ظاہر ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب مخالف نہیں بلکہ احمدی ہیں اور الحمد للہ آپ سے یہاں مل رہے ہیں''

اس چوک میں بعض بزرگ اپنے تبلیغی تجربات سنا کر لوگوں کو محظوظ کر رہے ہوتے۔ ایسے ایک بزرگ محمد یوسف صاحب پشاوری تھے (یہ حضرت قاضی محمد یوسف صاحب نہیں ہیں) جو بخوشی بتایا کرتے تھے کہ کوئی بھی مخالف ہو میں اسے پانچ منٹ میں خاموش کر سکتا ہوں اور وہ ایسی بہت سی مثالیں بیان کیا کرتے تھے۔

ایک اور درویش صفت بزرگ (غالباً ان کا نام علی محمد پردیسی تھا) کندھے سے کپڑے کی ایک جھولی سی لٹکائے پنجابی زبان کے اشعار سنا رہے ہوتے لوگ بخوشی ان سے چھوٹی چھوٹی کتابیں (جو ان کی جھولی میں ہوتی تھیں) ایک آنے دو آنے قیمت پر لے رہے ہوتے تھے۔ مجھے یہ بزرگ اس لئے بھی یاد رہ گئے ہیں کہ وہ میرے نانا جان حضرت حکیم اللہ بخش صاحب کے اشعار بھی سنایا کرتے تھے۔ تجارتی لحاظ سے تو شاید یہ کوئی منافع بخش سلسلہ نہیں تھا مگر تبلیغی لحاظ سے بہت ہی مفید سمجھا جاتا تھا۔

جلسے کے دنوں میں یہ چوک بلکہ آگے جا کر ایک طرف سے مدرسہ احمدیہ تک اور دوسری طرف سے دارالانوار جانے والے رستہ تک نمازیوں کی صفیں بن جاتی تھیں۔ خدا کے ان برگزیدہ بندوں کی دعائیں اس کے فضلوں کے حصول کا ذریعہ بن کر دنیا بھر کے عظیم الشان جلسہ ہائے سالانہ کے لئے بطور بیج بن گئیں۔

وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

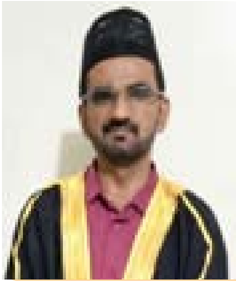

رپورٹ از فہیم احمد خادم نمائندہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن گھانا

رپورٹ میراتھن ریس، جامعۃ المبشرین گھانا

خدا تعالیٰ کے فضل سے جامعۃ المبشرین گھانا کو مؤرخہ 4 فروری 2021ء بروز جمعرات پہلی میراتھن ریس کے انعقاد کی توفیق ملی۔

جامعہ کی موجودہ جگہ ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اس کا رقبہ 35 ایکڑ ہے۔ اس کی جگہ کہیں ہموار ہے اور کہیں اونچ اور نیچ ہے۔ اس کی باؤنڈری پر ایک ٹریک بنایا گیا ہے۔ اس ٹریک پر بھی کہیں اونچائی آتی ہے اور کہیں اچانک کھائی کی طرح نیچے اترنا پڑتا ہے اور کہیں سطح زمین ہموار بھی ہوتی ہے۔ شاملین کو جامعہ ٹریک کے 15 چکر مکمل کرنا تھے جو تقریباً 15 کلومیٹر کا فاصلہ بنتا ہے۔ ریس میں کل 68 طلباء نے حصہ لیا۔ ریس سے قبل جامعہ کی حدود پر واقع ٹریک کی وقارِ عمل کے ذریعے ضروری کانٹ چھانٹ کی گئی اور اسے دوڑنے کے لیے سازگار بنایا گیا۔

ریس کا آغاز دن دو بج کر تیس منٹ پر ہوا۔ ریس کے آغاز سے قبل مکرم پرنسپل صاحب نے دعا کروائی اور وسل بجائی۔ ریس کو مکمل کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت ساڑھے تین گھنٹے مقرر تھا۔ ریس کے دوران طلباء کو ٹافیاں، سکنجبین اور پانی مہیا کیا گیا اور اساتذہ کی خدمت میں بھی ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔

جامعہ ٹریک پر کل چار مقامات پر طلباء ڈیوٹی پر موجود تھے جو باقاعدگی سے شاملین ریس کے چکر ریکارڈ کر رہے تھے۔ پانچویں پوسٹ جو ریس کا ابتدائی اور اختتامی پوائنٹ بھی تھا پر اساتذہ ڈیوٹی پر موجود تھے اور ریس کے نتائج مرتب کر رہے تھے۔

سب سے پہلے ریس مکمل کرنے والے گھانا کے طالب علم ظفراللہ خان جو درجہ اولیٰ کے طالب علم ہیں کا وقت دو گھنٹے بارہ منٹ رہا۔ انکا تعلق شجاعت گروپ سے تھا۔

دوسرے نمبر پر آنے والے گھانین طالب علم کمال دین نے دو گھنٹے پندرہ منٹ میں ریس مکمل کی۔ جبکہ تیسرے نمبر پر ساؤتومے کے طالب علم رہے تھے۔ ان کا وقت دو گھنٹے سترہ منٹ رہا۔ (Dorley Fernandes Nasir)

مجموعی طور پر شجاعت گروپ اول نمبر پر رہا۔

ریس کے کامیاب انعقاد کے لیے ذیل میں درج شعبہ جات متحرک تھے۔ عمومی نگرانی، فرسٹ ایڈ، ریکارڈ، پانی، وقارِ عمل، ریفریشمنٹ اور ڈسپلن۔ جامعۃ المبشرین کے تمام اساتذہ ڈیوٹی پر موجود تھے اور مذکورہ بالا شعبہ جات کی نگرانی کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ریس کے اختتام پر طلباء کو ریفریشمنٹ بھی دی گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ایک کامیاب مقابلہ تھا جس کے ذریعہ طلباء کو بہترین ورزش کا موقعہ میسر آیا۔ الحمد للہ علی ذالک

اللہ تعالیٰ ان اساتذہ اور طلباء کو جزاء خیر دے جنہوں نے اس میراتھن دوڑ کے لئے بے حد محنت کی اور اسے کامیابی سے کروایا۔ آمین

طلوع وغروب آفتاب

16مارچ2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:12	18:30
مدینہ منورہ	05:12	18:31
قادیان	05:16	18:37
ربوہ	04:56	18:17
اسلام آباد ٹلفورڈ	04:45	18:10